Lesson 6: Nahl (Ayaat 96- 113): Day 23

سُوۡرَۃُ النّحل کی تفسیر

اُن لوگوں پر شیطان کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے جو لوگ چھوٹی چھوٹی دین کی باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ جزئیات میں پڑتے ہیں۔ خیر کو چھوڑ کر فرقہ واریت اور آپس کے جھگڑوں کو عام کرتے ہیں۔ شیطان لوگوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں سامنے لاتا ہے۔ جو دین کے اصل پیغام کو چھوڑ کر جزوی باتوں میں پڑ جاتے ہیں وہ شیطان کے ترنوالے بن جاتے ہیں۔

دوسری بات، شیطان کا شرک ہے کہ اس کی بات نہ مانیں۔ رزق میں اگر حرام ہے تو یہ شیطان کی شراکت ہے، اولاد کی تربیت میں اگر غیر اسلامی طریقے ہیں تو یہ بھی شیطان کی شراکت ہے۔ اس سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے، کہ زبان کو اعوذ باللہ من شیطان الرجیم سے تر رکھیں۔ توکل کرتے رہیں کہ میرا رب مجھے بچائے گا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ میں کود رہے ہیں اور انکو یقین تھا میرا رب مجھے بچا لے گا۔ اس درجے کا انسان کا یقین ہو۔ اس کے بعد شیطان کی وہ سازش جو وہ کتاب کے ساتھ پیش کرتا ہے، اللہ تعالی سبحانہ و تعالی فرماتے ہیں۔

وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ‌ ۙ وَّاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ‌ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں۔ اور خدا جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو (کافر) کہتے ہیں کہ تم یونہی اپنی طرف سے بنالاتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں۔

یہ مضمون سورہ بقرہ آیت نمبر 106 میں بھی تھا مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا کہ ہم جو بھی آیات بھلا دیتے ہیں یا اس کو منسوخ کر دیتے ہیں اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ یہود کا اعتراض تھا کہ اس کتاب میں کبھی کچھ کہتے کبھی کچھ کہتے ہیں۔ پہلے یہ مسئلے تھے اب یہ ہیں۔

اسلام میں تدریج ہے۔ جیسے چھوٹے بچے کو پہلے روٹی نہیں پکڑاتے، پہلے دودھ پھر سیریل اس کے بعد سوفٹ کھانے دیتے ہوئے پھر روٹی پہ لے آتے ہیں۔ قرآن کی طرف آنے والوں کے لئے بھی یہی اصول ہوتے ہیں۔ ہم خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ جب کوئی کورسز شروع ہوتے ہیں، شروع میں اتنی نرمی، صرف ایک دفعہ آجاؤ، قدم جم جائیں، آہستہ آہستہ اصول سخت ہو جاتے ہیں۔ یہ تدریج اور عقلمندی کا تقاضہ ہے۔ چونکہ ان چیزوں کو ہم اپنی زندگی میں سمجھیں کہ شروع میں تو بہت نرمی تھی اب سختی کیوں ہو گئی؟

اس لئے کہ شروع کی نرمی کی ضرورت ہے، تاکہ قدم جمیں۔ شروع میں سختی کریں گے تو لوگ تو پہلے ہی قرآن کے پاس نہیں آتے تو بعد میں کہاں آئیں گے۔ تو شیطان کا ایک پسندیدہ شوشہ ہر دور میں رہا کہ قرآن میں contradiction (تضاد) ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم کبھی اس بات کو نہیں سوچتے وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ یہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت لاتے ہیں، تو وہ پہلے سے اچھی ہوتی ہے۔ پہلے ایک بیوہ کی عدت ایک سال تھی اور اب چار مہینے دس دن ہو گئی۔ بعد والا حکم اچھا ہے کیونکہ یہ آسان حکم ہے۔ ایسے ہی شراب چار قسطوں میں حرام ہوئی، سود تقریباً تین سے چار آیتوں میں حرام ہوا وَّ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے۔ یعنی اللہ کو حکمت پتہ ہے، اس کی مشیت کا تقاضا ہے۔

اس لئے دنیا کے شروع کا دور دیکھئے کہ آدم اور حوا کے دور میں بہن اور بھائی کا نکاح ہوتا تھا بعد میں منسوخ ہو گیا، سجدہ تعظیمی پہلے جائز تھا لیکن اب اس کی اجازت نہیں ہے۔ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اللہ کو پتہ ہے کہ کس دور میں کیا ضرورت ہے؟ جیسے ڈاکٹر کو پتہ ہوتا ہے کہ بچوں کو اب کیا دیں اور بعد

میں کیا دیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کیا مجھے نہیں پتہ کہ انسانوں کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ لیکن اس تدریج کو دیکھ کر وہ ظالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ (نعوذُ بِاللہ) مشرکین کہتے تھے کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ یہ خود ہی بیٹھ کے سوچتے رہتے ہیں پھر قانون بنا کے ہمارے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے جو آپ کا دل کرتا ہے وہ آپ کرتے ہیں۔ یعنی کہ تم گھڑنے والے ہو کیونکہ اللہ کا کلام نہیں بدلتا۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں بَلۡ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو علم نہیں رکھتے لَا یَعۡلَمُوۡنَ کو نوٹ کریں کہ علم کی کمی حکمت کو نہیں سمجھنے دیتی۔ قُرآن پاک میں اس وقت صرف پانچ آیتیں منسوخ مانی جاتی ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی معروف کتاب "الفوزالکبیر" عربی زبان میں ہے۔ انہوں نے صرف پانچ آیتوں کو منسوخ آیتیں کہا ہے۔ قبلہ کی تبدیلی کی آیت، اسی طرح بیوہ عورت کی عدت، منسوخ کا مضمون قرآن کے اندر مختلف صورتوں میں آتا ہے۔ حکم موجود ہے اور آیت بھی موجود ہے، حکم چلا گیا آیت موجود ہے، حکم بدل کر دوسرا حکم آ گیا یہ ساری علمی باتیں ہیں۔ یہ ایک مستقل شرعی اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت کے تحت تدریج کیلئے حالات کی رعایت کے لئے ایک حکم ایک وقت میں اتارا اور پھر دوسرے وقت میں اس حکم کو اٹھا لیا۔ مکہ کے حالات اور تھے، مدینہ کے حالات اور تھے۔ مکہ میں آپ کا رویہ صبر والا دکھتا ہے اور مدینہ میں آپ کا رویہ دفاع والا دکھتا ہے۔ تو ناسخ اور منسوخ کا تعلق حکمت سے ہے۔

یہاں عمل کی بات یہ ہے کہ جب بچوں کو دین پہ لائیں تو تدریج کے ساتھ لائیں۔ نماز کا معاملہ ہے، پہلے فرائض سے شروع کریں پھر سُنتوں پہ لائیں۔ پھر اذکار۔ جتنا تدریج کا معاملہ ہو گا اُتنا وہ اپنے اندر

علم کو جذب بھی کریں گے۔ اسی طرح جو قرآن کی تفسیر کرے اُسے ناسخ اور منسوخ کا علم ہونا ضروری ہے۔ غالباً حضرت علیؓ یا ابنِ عباس تھے، اُنھوں نے کسی کو قرآن کی تعلیم دیتے دیکھا۔ آپ اُس کے پاس گئے اور کہا کہ یہ بتا کہ قرآن کا ناسخ اور منسوخ کیا ہے۔ اُس کو نہیں پتا تھا تو کہنے لگے کہ آج کے بعد تجھے حق نہیں پہنچتا کہ تو کسی کو قرآن کی تفسیر بتائے۔

قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

اِن سے کہو کہ اِسے تو روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور اُنہیں فلاح و سعادت کی خوش خبری دے۔

ناسخ اور منسوخ کی حکمت:۔

قرآن کیوں تھوڑا تھوڑا کر کے اترا لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا تاکہ وہ اہل ایمان کو ثابت قدم رکھے۔ کیا ان چودہ پاروں میں ایسی آیتیں نہیں تھیں جو اس دور کے حالات میں نبیؐ کے دل کو جما تیں۔ تسلیاں، دلاسے، کافر آپ کو ستاتے تو اللہ تعالی قرآن میں اتار دیتے کہ آپ غم نہ کریں۔ نبیوں کے قصے۔ کچھ آیت "یسئلونک " سے شروع ہوئیں، صحابہ کرام سوال پوچھتے تو اس کے جواب میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں بولتے تھے۔ تو قرآن کا تھوڑا تھوڑا نازل کرنا اس لئے تھا، تاکہ ثابت قدمی آئے، ایک بارش ہوتی ہے کہ ایک دم موسلا دھار بارش ہوئی، ہر طرف جھِل مِل ہو گئی لیکن 15 منٹ میں ختم، تھوڑی دیر میں خشک، پھر سورج نکل آتا ہے۔ اور دوسری وہ جو ہلکی ہلکی رم جھم، چار دن

بارش ہوئی، تو ایسی بارش کا اثر زیادہ ہے۔ دورۂ قرآن ایک طرح کی تیز بارش ہوتی ہے۔ روز کا ایک پارہ، 30 دن میں دل ہرے ہوتے ہیں۔ عید کے بعد ایک ہفتہ چھٹیاں ہوئیں، تو وہ ہریالی ختم ہو گئی۔ لیکن یہ جو ابھی تفسیر پڑھ رہے ہیں اس کا فائدہ زیادہ ہے۔ صبر آ رہا ہے، اندر جماؤ آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے۔ سورۃ فرقان آیت نمبر 32 میں بھی یہی آتا ہے كَذَٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ اسی طرح تاکہ ہم آپ کے دلوں کو قائم رکھیں وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنایا ہے۔

اس قرآن کا سب سے خوبصورت انداز یہ ہے کہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھا جائے۔ سکون کے ساتھ، تدریج کے ساتھ، ہمارا کام صرف اتنا ہی ہے سیکھے سیکھائیں تڑپیں اور بس چلے جائیں جو سب کیا اور ختم ہو گیا۔ اس کو اپنے اوپر بھی لیں۔ جتنی بڑی نعمت، اتنی بڑی پوچھ، اپنے آپ کو جگائیں۔ عموماً انسان شادی سے پہلے سو دفعہ سوچتا ہے کہ ادھر رشتہ کریں ادھر کریں۔ جب شادی ہوتی ہے تو بچوں اور بچیوں کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ بیٹا اب ادھر ہی رہنا ہے، تمہارا یہی نصیب تھا۔ یہی بات ہے کہ اللہ نے ہمیں چُن لیا ہے تو بس اب ادھر ہی دل بندھ گیا۔ اللہ ادھر سے ہی دنیا سے لے جائے۔ کہیں نہ کہیں تو جمیں گے، جڑیں گے۔ جو ادھر ادھر لڑھکتے ہیں وہ کہیں کے بھی نہیں رہتے۔ وہ محاورہ ہے کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

تو قرآن کے ساتھ بندھنے سے تبدیلی آتی ہیں۔ جب یہ لفظ "نُزِّلَو" پڑھتے ہیں تو دل میں ہلکی ہلکی بارش محسوس ہوتی ہے، آہستہ آہستہ۔ ایک ہوتا ہے، انزالا تیز بارش، کسی کے سر پر انڈیل دینا اور تُنَزِّلو، تھوڑا تھوڑا کرنا۔ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم نے اتنا قرآن پڑھا، کیا ہمارے حالات کے

مطابق آیتیں نہیں آئیں۔ اور آج کی آیت بھی ہر ساتھی کو لگے گا کہ یہ میری آیات ہیں۔ قرآن وہی ہے یہ قرآن کی خوبی ہے تسلیاں، دلاسے، سکون۔ تمہیں اللہ تعالی تسلیاں دیتاہے اور انسان کیلیئے دین اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ کبھی ریورٹڈ مسلمز سے وہ توقع نہ کریں جو آپ اپنے آپ سے کرتے ہیں۔ مسلمان ہو کے لوگ ابھی تک نماز نہیں پڑھتے۔ کتنے لوگ ہیں جو جدی پشتی مسلمان ہیں اور قرآن پڑھ چکے ہیں لیکن آٹے میں نمک، اور کسی نیو مسلم کو یہ فتوی دے دیں کہ چونکہ یہ تو نماز نہیں پڑھ رہا، قرآن نہیں پڑھ رہا تو یہ اسلام سے دور ہو گیا۔ کبھی ایسا نہ سوچیں وہ ذات رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾

اللہ کے نبی کے مزاج میں بھی یہی انداز تھا آپ چونکہ حکمت استعمال کرتے تھے اس لئے بعض لوگ آپ کو مفتر کہتے تھے۔ یہ بھی ایک بڑی ضروری بات ہے کہ صاحب قرآن کو حکمت آنی چاہیے۔ بات بدل لیتے ہیں، جیسے حالات ہوں ویسی بات کر لیتے ہیں۔ یہ تو عقلمندی ہوتی ہے۔ اللہ کے نبیؐ کا مکی اور مدنی دور دیکھیں تو دو مختلف شخصیات ہیں۔ اسی طرح ایک استاد کا معاملہ سٹوڈنٹ کے ساتھ بالکل مختلف ہوتا ہے، ساتھی، ہیلپ کرنے والوں سے اور ہوتا ہے اور گیسٹ کے ساتھ بالکل اور ہوتا ہے۔ ہر ایک کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانک دینا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالی اس قرآن کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ حکمت بھی عطا کرے۔ (آمین) پھر ان شاءاللہ یہ ساری بات ہمارے لیے آسان ہو جائے گی۔ پہلی خوبی کیا ہے لِيُثَبِّتَ قرآن دلوں کو تھامتا ہے اور اب اگلی خوبی وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ یہ ہدایت اور خوشخبری ہو فرمانبرداروں کیلیئے، جیسے جیسے حالات میں تبدیلی آ رہی ہے، ویسے ویسے اس قرآن سے رہنمائی لی جا رہی ہے۔ مکی حالات میں

کہانیاں سنائی گئیں۔ مدینہ میں آ کے سورۃ نساء، مائدہ اس طرح اصول والی اور فروعات والی آیات آنے لگ گئیں۔ تو قرآن انسان کو بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اس آیت میں ہم نے قرآن کی تین خوبیاں پڑھیں۔

(1) دلوں کو جمانا

(2) بشریٰ یعنی بشارت

(3) اور تیسری خوبی ھُدیً

آج ہمارے لئے قرآن ھُدیً اس وقت ہے جب ہم اس کو تفسیر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور قرآن بشریٰ اس وقت ہے جب اس کو اچھی تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ غلط قرآن پڑھنے پر ستر نیکیوں کی خوشخبریاں نہیں ہیں۔ قران کو سمجھ کر پڑھنا ہدایت ہے اور بشریٰ اس وقت ہے جب اس کو ٹھیک طریقے سے پڑھتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ٹھیک کرنے کی توفیق دے۔ لیکن لوگ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا الزام لگاتے تھے۔

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ‌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ

﴿۱۰۳﴾ اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کو ایک شخص سکھا جاتا ہے۔ مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔

یہ مشرکین کا ایک بڑا بے ہنگم قسم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تھا۔ اس میں کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ فرشتہ اللہ کے نبیؐ کے پاس پیغام لے کر آتا ہے۔ اعتراض یہ تھا کہ پھر اس کو نبی ماننا پڑے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ نبی نہیں مانتے تھے اس لئے کہتے کہ آپ کو کوئی سکھاتا ہے اور جس شخص پر الزام لگاتے تھے اللہ تعالی کہتا ہے لِسَانُ الَّذِیۡ یُلۡحِدُوۡنَ اِلَیۡہِ اَعۡجَمِیٌّ یہ لوگ جس کی طرف غلط طور پر منسوب کر رہے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے وَّ ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ یہ قرآن تو فصیح عربی زبان میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جب یہ ہیرے موتیوں جیسے الفاظ سنتے تھے تو دل پہ اثر تو ہوتا تھا لیکن اب اس کو نبیؐ کیسے مانیں۔ مکہ میں ایسے لوگ تھے جو باہر سے آ کے بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ کے نبیؐ غریب دوست تھے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹے لوگوں میں بیٹھنا پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ وقت میں ان غلاموں کے پاس چلے جاتے اور انکی دادرسی کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا دیکھتے اور اس کے بعد قرآن کی آیتیں نازل ہوتیں تو کہتے کہ یہ جن کے پاس بیٹھا تھا انھیں سے سیکھ کے آیا ہے۔

جن کے بارے میں یہ کہنے لگے کہ یہ باتیں کرتے ہیں ایک روایت میں ایک نام آتا ہے جِبر، عامر بن الخضرمی کا ایک رومی غلام تھا۔ وہ شخص روم کا تھا، عرب کا بھی نہیں تھا، اسی طرح خُطیب بن عبد العزیٰ کا ایک غلام آئش یا عیش اس کا نام تھا۔ ایک روایت میں یسار نام کا ایک شخص ہے، جس کی کنیت ابو فقہ تھی یہ مکہ کی ایک یہودی عورت کا غلام تھا۔ اسی طرح ایک اور نام بلعام تھا رومی غلام تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے تو یہ ان کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتے ہیں، تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ جو سکھاتے ہیں ان کو تو خود عربی زبان نہیں آتی، وہ تو خود عجمی ہیں۔ سوچیے تو سہی کہ اس کو وہ سکھاتا ہے جس کو عربی نہیں آتی۔ بات یہ ہے کہ تمھیں ماننا

نہیں ہے اور تم ماننا نہیں چاہتے اس لئے کہ تمہیں پتہ ہے کہ اس ماننے کے پیچھے پابندیاں لگتی ہیں تو فرمایا؛

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ یہ لوگ خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو خدا ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے ﴿۱۰۴﴾

اللہ تعالی کا کتنا بڑا انتقام ہے ایمان نہ لانے والوں پہ کہ اللہ پھر انکو ہدایت ہی نہیں دیتا۔ اور دوسرا ان کے لئے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے۔ بات وہی ہے کہ اللہ تعالی زبردستی کسی کو نہیں پکڑتا۔ اللہ کی ذات اسی کو لاتی ہے جس کے اندر تڑپ ہے، طلب ہے۔ اگر ہمارے اندر تڑپ اور طلب ہے تو اللہ تعالی ہم سے ضرور کام کروائے گا۔ آج ہمارے تڑپنے کے دن ہیں، اگر قرآن پڑھنے کے دوران ہم نہیں تڑپ رہے، پلین نہیں بنا رہے خواب نہیں دیکھ رہے تو کل کچھ بھی نہیں ہو گا۔ مگر یہ کہ جب کوئی چوٹ پڑتی ہے تو پھر انسان اس کو پڑھتا ہے۔ جو انسان یہ سوچ لے کہ میں ایک دفعہ قرآن پڑھ لوں پھر آگے آؤں گا تو وہ کبھی نہیں آتا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے کسان گوڈی کر کے پھر ہی بیج ڈالتا ہے۔ مٹی نرم ہے تو بیج ڈال دو، پودا اُگ آئے گا۔ اگر پہلے ہی ساری کھیتیوں کی گوڈیاں کر دے، تو جو شروع میں کی تھی بارش پڑنے سے وہ سخت ہو جائیں گی۔

تو اس وقت فیصلے کریں، پھر اللہ آپ کو راہ دکھائے گا۔ جب تک لوگ خود سے نہیں چاہیں گے اللہ تعالی ان کو اس راستے کی طرف نہیں لائے گا۔ باقی رہے وہ لوگ جو ہمارے نبی پر الزام لگانے والے تو فرمایا'

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

جھوٹ افتراء تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ اور وہی جھوٹے ہیں۔

نیز اللہ کے نبی کو جھوٹا کہنے والے خود جھوٹے ہیں، دل میں چونکہ آخرت کا یقین نہیں ہے تو پھر ان کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کیسے اچھی لگے گی۔ تو لہٰذا ایسے لوگوں کی باتوں پر مت آئیں۔ ان کو پیچھے کر دیں۔ یہ مفتر نہیں ہے، یہ راتوں کو گھڑا ہوا کلام نہیں ہے۔ تو لہذا تم اللہ کے نبیؐ پر الزام دینے والے خود اس بات کی دلیل دے رہے ہو کہ تم جھوٹے ہو وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰذِبُوْنَ کل کے دور کے لوگ ہوں، یا آج کے دور کے لوگ ہوں، یہ سب وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین پر اعتراض کرتے ہیں اور الزام دیتے ہیں۔